Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 4,Vol 4, October-December,2022

شمارہ ۴، جلد ۴، اکتوبر—دسمبر، ۲۰۲۲

یہود کے لیے ایمان بالرسول کی ضرورت:

تفسیر تدبر قرآن اور روایتی تفسیری ذخیرے کی روشنی میں

The Obligation of Belief in Prophethood for Jews in the Light of Tafsir Tadabbur-i-Qur'an and Classical Tafsir Literature

ڈاکٹر سعدیہ تبسم*

Abstract:

The Holy Qur'an at a few places, such as verse 62 of Surat al-Baqarah and verse 69 of Surat Al-i-'Imran, while addressing the Jews asks them to have belief in Allah and the Day of Judgment. These verses do not mention belief in the prophethood of Muhammad (Allah's blessings and peace be on him). Does this mean that for the purpose of success in the Hereafter, it was not required of the Jews to have belief in the Prophethood of Muhammad (Allah's blessings and peace be on him)? When the Holy Qur'an says that testifies to the truth of the earlier scriptures, does this mean that the earlier scriptures are still authentic and that they remain uncorrupted? Did the Holy Qur'an attribute disbelief to the Jews, particularly to those among them who professed belief in the Israelite Prophets only and held that Muhammad (Allah's blessings and peace be on him) was a Prophet to the Arabs? This paper tries to answer these questions in the light of the famous Qur'anic exegete of the twentieth century Mawlana Amin Ahsan Islahi (d. 1997) and tries to find support for his views in the rich *tafsir* tradition of more than a thousand years.

Keywords:

Jews, Belief, Scriptures, Abrogation, Prophethood of Muhammad (Allah's blessings and peace be on him)

* اسسٹنٹ پروفیسر قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد (sadia.tabassum@iiu.edu.pk) میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق احمد صاحب کی خصوصی شکر گزار ہوں جنھوں نے اس مقالے کے ابتدائی مسودے پر نظر ثانی کر کے مفید مشورے بھی دیے اور بعض نئی جہتوں کی طرف بھی متوجہ کیا۔

قرآن مجید میں بعض مقامات پر مومنوں، یہود، نصاریٰ اور صابئین کا ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر بھی اہلِ کتاب اخروی نجات حاصل کر سکتے ہیں؟ اسی طرح قرآن مجید نے کئی مقامات پر اعلان کیا ہے کہ وہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس موجود صحائف میں جو کچھ بھی ہے وہ سچ ہے؟ اگر یہ مطلب لیا جائے تو کیا اس سے یہ نتیجہ بھی نہیں نکلے گا یہود و نصاریٰ کا مذہب اور عقیدہ بھی درست ہے؟ نیز کیا اس کا یہ مطلب بھی نہیں بنے گا کہ یہود و نصاریٰ کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے؟ اسی مفروضے سے یہ سوال بھی نکلتا ہے کہ کیا قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کو کفار میں شمار نہیں کیا؟ تفسیری ذخیرے کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اہلِ کتاب، بالخصوص یہود، میں ایسا گروہ عہدِ رسالت میں بھی پایا جاتا تھا جو عرب کے لیے تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا قائل تھا لیکن اپنے لیے انبیاے بنی اسرائیل پر ایمان کو کافی سمجھتا تھا۔ اوپر مذکورہ سوالات کے پیچھے بھی ایسا ہی مفروضہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس لیے اس مقالے میں ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لیے مولانا امین احسن اصلاحی (م 1997ء) کی تفسیری آرا پیش کر کے روایتی تفسیری ذخیرے کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اہلِ کتاب کے لیے اخروی نجات کی شرائط

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ وَٱلصَّٰبِـِٔينَ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأٓخِرِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔[1]

(بے شک جو ایمان لائے، جو یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئی۔ ان میں سے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور جس نے عمل صالح کیا تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہے اور ان کے لیے کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔)

اس آیت میں بظاہر ایمان بالرسالت کا ذکر نہیں ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں پہلے تو یہ واضح کرتے ہیں کہ نظمِ قرآن کی روشنی میں یہ آیت سورۃ البقرۃ کے اس حصے میں ''ترجیع'' کی حیثیت رکھتی ہے،[2] جو ہر فصل کے اختتام پر یہ بات یاد دلانے کے لیے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجات کا مدار ایمان اور عمل پر ہے نہ کہ نسل پر، جیسا کہ بنی اسرائیل کا خیال تھا:

آیت کے موقع و محل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سوال۔۔۔ یہ نہیں ہے کہ نجات کے لیے کن کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور کن چیزوں پر ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ خدا کے ہاں کسی کو کوئی درجہ یا مرتبہ کسی مخصوص خاندان یا فرقہ یا گروہ سے

---

[1] سورۃ البقرۃ، آیت 62۔ مزید دیکھیے: سورۃ المائدۃ، آیت 69۔ اس مقالے میں قرآنی آیات کا ترجمہ بنیادی طور پر مولانا امین احسن اصلاحی کا لیا گیا ہے۔ تاہم کہیں کہیں مفہوم کی بہتر وضاحت کے لیے معمولی تغیر کیا گیا ہے۔

[2] ترجیع سے مراد وہ آیات ہیں جو ایک خاص انداز میں بعض سورتوں میں وقفے وقفے سے تکرار کے ساتھ آئی ہیں۔ جیسے سورۃ الرحمٰن میں فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ والی آیت بار بار آئی ہے۔ بعض سورتوں میں آیات لفظی ترجیع کے بجاے معنوی ترجیع کے ساتھ آتی ہیں، یعنی الفاظ وہی نہیں ہوتے لیکن معنی و مفہوم وہی ہوتا ہے، جیسے سورۃ البقرۃ کی اس آیت کے علاوہ آیات 81-82 میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے: بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَٰطَتْ بِهِۦ خَطِيٓـَٔتُهُۥ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ (البتہ جس نے کمائی کوئی بدی اور اس کے گناہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور جنھوں نے بھلے کام کیے تو وہی لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔) مولانا اصلاحی کہتے ہیں کہ آیت 62 اور آیات 81-82 کا "موقع اور مقصد بالکل ایک سا ہے" اور اس وجہ سے ان کو "ایک دوسرے کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔" **تدبر قرآن** (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2001ء)، ج 1، ص 256۔

نسبت رکھنے کی بناپر حاصل ہوتا ہے یا ایمان اور عملِ صالح کی بناپر ؟اس سوال کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے کہ یہ چیز صرف ایمان اور عملِ صالح کی بناپر حاصل ہوتی ہے، یہ کسی خاندان یا کسی گروہ کا اجارہ نہیں ہے، اور مقصود اس سے یہود کے سامنے اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ انبیاء کے خاندان سے نسبت رکھنے کے سبب سے اپنے آپ کو وہ ایک نجات یافتہ گروہ جو سمجھنے لگے ہیں، تو یہ سرتاسر ان کی غلط فہمی ہے۔ خدا سے نسبت حاصل کرنے کے لیے اصلی چیز اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے۔[3]

اس کے بعد مولانا اصلاحی نے تفصیل سے واضح کیا ہے کہ سورۃ البقرۃ کا تو بنیادی موضوع (جسے وہ "عمود" کا نام دیتے ہیں) ہی یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان کی دعوت دی جائے اور انھیں بتایا جائے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے گریز کرکے وہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔[4] انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سے اہل کتاب میں سے اللہ کی رحمت میں سے وہی حصہ پائیں گے جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔[5] مزید یہ کہ قرآن نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت تمام دنیا کے لیے ہوئی ہے اور آپ نے اہلِ کتاب کو خصوصی طور پر نہایت غیر مبہم الفاظ میں دعوت بھی دی ہے۔[6] مولانا اصلاحی نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگرچہ قرآن مجید نے اہلِ کتاب میں برے لوگوں کے ساتھ اچھے لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ان اچھے اور برے دونوں قسم کے اہلِ کتاب کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔[7]

روایتی تفسیری ذخیرے میں اس آیت کی تاویل میں عموماً تین زاویہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں:

ایک یہ کہ یہاں ایمان والوں سے مراد وہ ہیں جو صرف ظاہری طور پر ایمان لائے تھے، یعنی منافقین، اور ان کے ساتھ یہود، نصاریٰ اور صابئین سب کو بتایا گیا کہ نجات تبھی ہوگی جب اللہ تعالیٰ اور آخرت پر خالص ایمان لاؤ گے، گویا کسی گروہ کی نسبت کچھ فائدہ دینے والی نہیں ہے، بلکہ نجات کا مدار ایمان اور عملِ صالح پر ہی ہے؛

دوسرا یہ کہ یہود، نصاریٰ اور صابئین کے متعلق اس آیت کو سورۃ آلِ عمران کی درج ذیل آیت نے منسوخ کر دیا ہے:

وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ۔[8]

(اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب بنے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں میں سے ہوگا۔)

تیسرا یہ کہ اس آیت میں ایمان والوں سے مراد منافقین نہیں ہیں لیکن یہود، نصاریٰ اور صابئین سے مراد اس دور کے لوگ ہیں جب ابھی آخری رسول کے آنے کی وجہ سے ان کا دین منسوخ نہیں ہوا تھا۔[9]

---

[3] **تدبر قرآن**، ج1، ص232۔

[4] ایضاً، ص232-234۔

[5] ایضاً، ص234۔

[6] ایضاً، ص235۔

[7] ایضاً، ص236۔

[8] سورۃ آل عمران، آیت85۔

[9] ان تینوں اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی، **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ت۔ن۔)، ج1، ص278-280۔

ان تین اقوال میں بظاہر اختلاف کے باوجود دو امور پر اتفاق ہے:

ایک یہ کہ اس آیت کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے دوسری آیات کی روشنی میں ہی پڑھا جائے گا؛ اور دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اخروی نجات کے لیے اہلِ کتاب اور سب لوگوں کے لیے آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

جہاں تک اس آیت کے نسخ کے متعلق قول کا تعلق ہے، یہ قول اگرچہ کئی مفسرین نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے،[10] لیکن نسخ سے اصطلاحی نسخ مراد نہیں ہے کیونکہ یہ آیت اخبار کی نوع سے ہے اور اخبار کا نسخ جائز نہیں ہے۔[11] یہ بات معروف ہے کہ نسخ کے متعلق متقدمین اور متاخرین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے اور متقدمین کے نزدیک کسی آیت کو اس کے ظاہر سے پھیر دینے کی کسی بھی نوعیت کو نسخ کہا جاتا تھا اور اس وجہ سے ان کے ہاں منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ تھی، جبکہ متاخرین نے نسخ کو ایک خاص مفہوم میں ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر لیا ہے جس کی بنا پر ان کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد بھی کم ہے۔[12] اس زاویے سے دیکھیں تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب بھی درحقیقت یہی بنتا ہے کہ اخروی نجات کے لیے یہود، نصاری، صابئین اور دیگر غیر مسلموں کا اسلام قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اسلام ہی بطورِ دین قابلِ قبول ہے۔

یوں یہ تین اقوال درحقیقت ایک ہی قول کے تین پہلو ہیں اور اس لحاظ سے ان تینوں اقوال سے وہی موقف بن جاتا ہے جو مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر میں پیش کیا ہے۔

پچھلی کتابوں کی تصدیق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ ۖ وَلَا تَشْتَرُواْ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّٰىَ فَٱتَّقُونِ۔[13]

(اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے اتاری ہے تصدیق کرتی ہوئی اس چیز کی جو تمھارے پاس ہے اور تم اس کے سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کو حقیر پونجی کے عوض نہ بیچو اور میرے غضب سے بچتے ہی رہو۔)

---

10 مثال کے طور پر دیکھیے: ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، **الجامع لأحكام القرآن** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2006م)، ج2، ص163؛ ابو الفرج عبد الرحمان ابن الجوزی، **زاد المسير في علم التفسير** (بیروت: دار ابن حزم، 2002م)، ص66۔

11 قرطبی، **الجامع لأحكام القرآن**، ج2، ص304-305۔

12 کئی مفسرین نے منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو کے لگ بھگ بتائی ہے لیکن امام جلال الدین سیوطی (م 911ھ/1505ء) نے ان کے درمیان توفیق اور تطبیق کر کے بیس آیات کو منسوخ مانا۔ شاہ ولی اللہ (م 1176ھ/1762ء) نے ان بیس آیات میں بھی پندرہ کے درمیان توفیق و تطبیق دکھائی ہے اور صرف پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا۔ امام سیوطی اور شاہ ولی اللہ دونوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نسخ کے مفہوم میں متقدمین اور متاخرین کے ہاں فرق پایا جاتا ہے جو منسوخ آیات کی تعداد میں اختلاف کا ایک بنیادی سبب ہے۔ (جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمان بن ابی بکر السیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن** (مکۃ المکرمۃ: وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ، ت۔ن۔)، ج3، ص59-73؛ الشاہ ولی اللہ أحمد بن عبد الرحیم الدھلوی، **الفوز الكبير في أصول التفسير**، تعریب محمد أنور البدخشانی (الکراتشی: بیت العلم، 2006م)، ص46-52۔)

13 سورۃ البقرۃ، آیت 41۔

اس مقام پر اور کئی دیگر مقامات پر قرآن مجید میں تصریح کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل پر نازل کی گئی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں۔ تاہم کئی مقامات پر قرآن کریم نے پچھلی کتابوں تحریف کا بھی ذکر کیا ہے اور بعض تحریفات کا پردہ چاک بھی کیا ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے پچھلی کتابوں کی "تصدیق" سے کیا مراد لی جاسکتی ہے؟ مولانا اصلاحی کہتے ہیں:

جہاں تک تورات یا انجیل کے آسمانی صحیفے ہونے کا تعلق ہے، قرآن مجید آشکارا طور پر ان کے آسمانی ہونے کی تصدیق کرتا ہے، ان کے لانے والوں کی نبوت و رسالت کی بھی نہایت غیر مبہم الفاظ میں تصدیق کرتا ہے، ان کی تعلیمات کی بھی اصولی طور پر تصدیق کرتا ہے۔ قرآن اگر تردید کرتا ہے تو صرف ان چیزوں کی تردید کرتا ہے جو غلط طریقوں سے ان صحیفوں میں شامل کر دی گئی ہیں یا تحریف کر کے جن کی اصلی شکل بگاڑ دی گئی ہے۔[14]

تاہم مولانا اصلاحی کہتے ہیں کہ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ کا "اصل مفہوم" یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید اگلی کتابوں کو سچا مانتا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس قسم کے الفاظ قرآن کی حقانیت کی دلیل کے طور پر آئے ہیں، جبکہ اوپر مذکورہ مفہوم سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا:

عام طور پر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ قرآن چونکہ تورات کو ایک آسمانی کتاب تسلیم کرتا ہے اس وجہ سے قرآن بھی ایک آسمانی کتاب ہوا۔ یہ بات بالکل لایعنی ہے۔ قرآن اگر تورات کو ایک آسمانی کتاب مانتا ہے تو یہ تورات کے آسمانی ہونے کی ایک دلیل تو بے شک ہوئی لیکن اس سے قرآن کا آسمانی ہونا کیسے ثابت ہو جائے گا؟ قرآن کے آسمانی ہونے کی تصدیق تورات کی زبان سے تو اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کے اندر قرآن اور اس کے حامل سے متعلق پیشن گوئیاں ہوں، اور قرآن کے نزول اور آنحضرت ﷺ کی بعثت سے ان پیشن گوئیوں کی اس طرح تصدیق ہو جائے کہ کسی منصف کے لیے اس سے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے، بلکہ ہر دیانتدار اور غیر جانبدار آدمی پکار اٹھے کہ بے شک ان پیشن گوئیوں کا حقیقی مصداق سامنے آگیا اور اس مصداق نے ان پیشن گوئیوں کی تصدیق کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی پہلو سے پچھلے صحیفوں کا مصداق کہا ہے، نہ کہ اس پہلو سے جو لوگوں نے عام طور پر سمجھا ہے۔ قرآن ان صحیفوں کا آسمانی ہونا تو بے شک مانتا ہے لیکن ساتھ ہی ان کے محرف ہونے کا بھی اعلان کرتا ہے۔ اس وجہ سے یہ تصدیق مطلق نہیں بلکہ اس خاص مفہوم میں ہے جس کی ہم نے اوپر وضاحت کی ہے۔ اس مفہوم کے لیے لفظ تصدیق کا استعمال عربی میں معروف ہے۔[15]

سورۃ آل عمران کی تفسیر میں مولانا اصلاحی نے لفظ "تصدیق" کے اس استعمال کے شاہد کے طور پر حماسی شاعر ابو الغول الطہوری کا یہ شعر نقل کیا ہے:

فدت نفسي و ما ملكت يميني　　　　فوارس صدّقوا فيهم ظنوني

(میری جان اور میرا مال ان شہسواروں پر قربان جنہوں نے اپنے بارے میں میرے سارے گمان سچے ثابت کر دیے۔)[16]

مولانا اصلاحی کے استاد حمید الدین فراہی (م 1930ء) نے اپنی لغات **مفردات القرآن** میں کلمہ "تصدیق" پر مفصل بحث کی ہے اور یہی رائے قائم کی ہے جسے بعد میں مولانا اصلاحی نے اختیار کیا۔[17] فراہی نے تصدیق کے اس مفہوم کے شاہد کے طور پر قرآن کی درج ذیل آیت کو بھی پیش کیا ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ۔[18]

(اور ابلیس نے ان کے متعلق اپنے گمان سچے کر دکھائے، پس انھوں نے اس کی پیروی کی، سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے۔)

---

[14] **تدبر قرآن**، ج 1، ص 179۔

[15] ایضاً، ج 7، ص 357۔

[16] ایضاً، ج 2، ص 135۔

[17] مفردات القرآن، ص 64-64۔

[18] سورۃ سبأ، آیت 20۔

جلیل القدر تابعی امام قتادہ (م 117ھ/735ء) نے، جو علوم القرآن اور تفسیر میں مہارت کے لیے مشہور ہیں، یہود سے ایمان کے مطالبے کی وضاحت میں جو کچھ فرمایا ہے، اس سے اسی قول کو ترجیح ملتی ہے۔ فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ بِما أَنْزَلْتُ مِنْ كِتَابٍ وَرَسُولٍ تَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَكُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ۔[19]

(مراد یہ ہے کہ میں نے جو کتاب نازل کی اور جو رسول بھیجا جنھیں تم اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو۔)

امام ابوالقاسم محمد بن محمد ابن جُزَیّ الکلبی (م 741ھ) نے تصدیق کے تین مفاہیم ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے یہی مفہوم لکھا ہے جو امام قتادہ نے ذکر کیا ہے اور جسے مولانا اصلاحی اور مولانا فراہی نے ترجیح دی ہے:

وتصديق القرآن للتوراة وغيرها، وتصديق محمد صلّى الله عليه واله وسلّم للأنبياء المتقدمين له ثلاث معان: أحدها: أنهم أخبروا به ثم ظهر كما قالوا فتبين صدقهم في الإخبار به، والآخر: أنه صلّى الله عليه واله وسلّم أخبر أنهم أنبياء وأنزل عليهم الكتب، فهو مصدق لهم أي شاهد بصدقهم، والثالث: أنه وافقهم فيما في كتبهم من التوحيد وذكر الدار الآخرة وغير ذلك من عقائد الشرائع فهو مصدق لهم لاتفاقهم في الإيمان بذلك۔[20]

(قرآن کا تورات اور دیگر کتب کی تصدیق کرنا، اور محمد ﷺ کا پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی تصدیق کرنا، تین مفاہیم رکھتا ہے: ایک یہ کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خبر دی تھی اور پھر وہی کچھ ظاہر ہوا جو انھوں نے کہا تھا، تو اس سے ان کی یہ خبر سچی ثابت ہوگئی؛ دوسری یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ وہ انبیاء تھے اور ان پر کتابیں نازل ہوئی تھیں، تو آپ ان کے تصدیق کنندہ یعنی ان کی سچائی کے گواہ ہوئے؛ اور تیسرا یہ کہ توحید، آخرت کے گھر اور دیگر شرعی عقائد میں ان کے ساتھ اتفاق کیا، تو آپ ان پر ایمان کی وجہ سے ان کے تصدیق کنندہ ہوئے۔)

امام ابوالفرج عبدالرحمان ابن الجوزی (م 597ھ/1200ء) نے بھی مختصر مگر جامع الفاظ میں اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں:

قوله تعالى: وَآمِنُوا بِما أَنْزَلْتُ: يعني القرآن؛ مُصَدِّقاً لِما مَعَكُمْ: يعني التوراة او الإنجيل؛ فإن القرآن يصدقهما أنهما من عند الله، ويوافقهما في صفة النبيّ صلّى الله عليه وسلّم۔[21]

(ارشاد باری تعالیٰ: ''اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے اتاری ہے'' میں مراد قرآن ہے؛ ''تصدیق کرتی ہوئی اس چیز کی جو تمھارے پاس ہے'': یعنی تورات اور انجیل؛ کیونکہ قرآن ان دونوں کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے ہیں اور نبی ﷺ کی صفات بیان کرنے میں ان کی موافقت کرتا ہے۔)

رئیس المفسرین امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (م 310ھ/922ء) فرماتے ہیں:

وأخبرهم جل ثناؤه أن في تصديقهم بالقرآن تصديقًا منهم للتوراة، لأن الذي في القرآن من الأمر بالإقرار بنبوة محمد صلى الله عليه وسلم وتصديقه واتباعه، نظيرُ الذي من ذلك في التوراة والإنجيل ففي تصديقهم بما أنزل على محمد تصديقٌ منهم لما معهم من التوراة، وفي تكذيبهم به تكذيبٌ منهم لما معهم من التوراة۔[22]

---

[19] ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی، تفسیر البحر المحیط (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993م)، ج1، ص332۔

[20] التسهيل لعلوم التنزيل (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1995م)، ج1، ص64۔

[21] زاد المسير، ص58۔

[22] جامع البيان عن تأويل آي القرآن (القاہرۃ: مکتبۃ ابن تیمیۃ، ت۔ن۔)، ج1، ص564۔

(اللہ تعالیٰ نے انھیں خبر دی کہ وہ قرآن کی تصدیق کریں گے تو یہ تورات کی بھی تصدیق ہوگی کیونکہ قرآن میں محمد ﷺ کی نبوت کے اقرار اور ان کی تصدیق اور اتباع کی جو بات کہی گئی ہے، ایسا ہی کچھ تورات اور انجیل میں بھی ہے۔ پس محمد ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا، اس کی تصدیق کرکے وہ اپنے پاس موجود تورات کی بھی تصدیق کریں گے، اور اس کو جھٹلا کر وہ اپنے پاس موجود تورات کو بھی جھٹلائیں گے۔)

اہل کتاب کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی ضرورت

قرآن کریم نے بارہا صراحت کی ہے کہ ایک رسول کا انکار تمام رسولوں کے انکار کے مترادف ہے اور یہ کہ رسولوں پر ایمان لانے میں کوئی pick and choose کا معاملہ نہیں کیا جاسکتا کہ جس پر ایمان لانا چاہیں ایمان لائیں اور جس پر نہ لانا چاہیں نہ لائیں۔ یہ بات قرآن کریم نے اتنی کثرت سے اور اتنے مختلف پیرایوں میں واضح کی ہے کہ اس پر بحث کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔ تاہم چند ایک مثالیں یہاں دی جاتی ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں یہود کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ نُؤْمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَآءَهُۥ وَهُوَ ٱلْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ۔[23]

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اتاری ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اس چیز پر تو ہم ایمان رکھتے ہی ہیں جو ہم پر اتری ہے اور وہ اس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہی حق ہے اور مطابق ہے ان پیشین گوئیوں کے جو ان کے ہاں موجود ہیں۔)

یہاں دیکھیے کہ یہود کی جانب سے اپنے ایمان کے اعلان (نُؤْمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا) کو کافی نہیں قرار دیا گیا، بلکہ کہا گیا کہ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر تم صرف اسی پر ایمان لاتے ہو جو "تم پر" نازل کیا گیا اور اس کے ماسوا دیگر رسل و صحف کا کفر کرتے ہو تو تمھارا ایمان کا دعوی تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بالخصوص جبکہ تم اس کتاب کا انکار کرتے ہو جو تمھارے صحف کی پیش گوئیوں کو سچا کر دکھاتی ہوئی نازل ہوئی ہے۔

پھر اسی سورۃ میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ یہود و نصاری کے سامنے واضح اعلان کردو کہ یا ہم سبھی انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے؛ تم بھی اگر اس راہ کو اپناؤ گے تو سیدھی راہ پالو گے ورنہ ضد میں آکر انکار کروگے تو کفر کی سزا بھگتنی ہوگی:

قُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِيَ ٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ۔[24]

(کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور اس چیز پر ایمان لائے جو موسیٰ و عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی جانب سے ملی، ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔)

سورۃ آل عمران میں یہ بات ذرا مختلف الفاظ میں دہرائی ہے اور پھر فرمایا ہے کہ اسلام کے اس عقیدے کے ماسوا اگر کوئی اور عقیدہ کوئی لائے گا تو وہ ناقابل قبول ہوگا:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ۔[25]

(اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب بنے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں میں سے ہوگا۔)

---

[23] سورۃ البقرۃ، آیت 91۔

[24] سورۃ البقرۃ، آیت 136۔

[25] سورۃ آل عمران، آیت 85۔

سورۃ النسآء میں پھر فرمایا گیا کہ جو اللہ کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں کہ بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہیں تو درحقیقت کافر یہی لوگ ہیں:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗاۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا۔[26]

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا کفر کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی راہ نکالیں۔ یہی لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں اور ہم نے ان کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

عہد رسالت کے یہود یہی دعوی کرتے تھے کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ تو آپ کو نبی اور رسول ماننے سے ہی انکار کرتے اور کچھ "مصالحت پسند" لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے کہ عرب امیین کے لیے آپ پر ایمان لانا ضروری ہے مگر ہمارے لیے نہیں۔ اسی عقیدے کی تردید اوپر مذکور آیات کر رہی ہیں۔ امام ابو حیان الاندلسی (م 745ھ) فرماتے ہیں:

جَعَلَ كُفْرَهُمْ بِبَعْضِ الرُّسُلِ كُفْرًا بِجَمِيعِ الرُّسُلِ، وَكُفْرَهُمْ بِالرُّسُلِ كُفْرًا بِاللَّهِ تَعَالَى۔[27]

(ان کی جانب سے بعض رسولوں کے کفر کو تمام رسولوں کا کفر قرار دیا اور رسولوں کے کفر کو اللہ تعالیٰ کا کفر قرار دیا۔)

آگے ارشادِ باری تعالیٰ: وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هُوَ تَصْدِيقُ الیهود بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَلَكِنْ لَيْسَ إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ۔[28]

(یہ یہود کی تصدیق ہے کہ محمد ﷺ نبی لیکن بنی اسرائیل کی طرف نہیں۔)

اس کے بعد وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أَيْ طَرِيقًا وَسَطًا بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ وَلَا وَاسِطَةَ بَيْنَهُمَا۔[29]

(یعنی کفر اور ایمان کے درمیان راستہ حالانکہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔)

پھر أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗا کی تفسیر میں نتیجہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

أَكَّدَ بِقَوْلِهِ: هُمْ، لِئَلَّا يُتَوَهَّمَ أَنَّ ذلك الإيمان ينفعهم ۔[30]

(ارشادِ باری تعالیٰ میں هُمْ (یہی) تاکید کے لیے ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ ان کا یہ ایمان انھیں کچھ فائدہ دے سکے گا۔)

اس حقیقت کی مزید صراحت سورۃ محمد کی یہ آیات کر رہی ہیں:

---

[26] سورۃ النسآء، آیات 150-151۔

[27] تفسیر البحر المحیط، ج 3، ص 400۔

[28] ایضاً، ص 401۔

[29] ایضاً۔

[30] ایضاً۔

ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ أَضَلَّ أَعۡمَٰلَهُمۡ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَءَامَنُواْ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٖ وَهُوَ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّهِمۡ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّـَٔاتِهِمۡ وَأَصۡلَحَ بَالَهُمۡ۔[31]

(جن لوگوں نے کفر کیااور دوسروں کو روکا،اللہ نے ان کے تمام اعمال رائگاں کر دیے۔اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے اور ایمان لائے اس چیز پر جو محمد پر نازل کی گئی۔اور وہی حق ہے ان کے رب کی جانب سے۔اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال سنوار دیا۔)

یہاں بظاہر ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ کے بعد مزید تصریح کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہود کے اس پروپیگنڈے کے جواب میں ہی یہ تصریح کی گئی کہ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِسے مراد وہی ہیں جو محمد ﷺ پر ایمان لے آئے (وَءَامَنُواْ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٖ)۔ یہ ان گنتی کے چند مقامات میں ایک مقام ہے جہاں قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کا باقاعدہ نام لیا گیا ہے۔[32] یہ مقامات وہ ہیں جہاں نام کی تصریح ضروری تھی۔ گویا یہود کو رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک لے کر کہا گیا کہ ان پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمھارا ایمان کا دعوی ناقابل قبول ہے۔ ساتھ ہی فرمایا گیا کہ یہ تو تمھاری کتابوں کی پیش گوئیوں کو سچا کر دکھاتے ہوئے آئے ہیں۔اس لیے تمھیں تو ان پر سب سے پہلے ایمان لانا چاہیے۔

ان آیات میں کفار سے مراد کون ہیں؟ اگرچہ کئی مفسرین نے ان الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا ہے لیکن کئی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ مراد اہلِ کتاب کے وہ کفار ہیں جو دوسروں کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے روکتے تھے:

هم أهل الكتاب الذين كفروا وصدّوا من أراد منهم ومن غيرهم أن يدخل في الإسلام۔[33]

(یہ وہ اہلِ کتاب جنھوں نے کفر کیا اور پھر ان کو بھی روکا جنھوں نے ان میں سے یا دیگر لوگوں میں سے اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔)

اس آیت میں وَءَامَنُواْ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٖ کی تفسیر میں علامہ جاراللہ زمخشری (م538ھ/1143ء) کہتے ہیں:

اختصاص للإيمان بالمنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم من بين ما يجب به الإيمان تعظيما لشأنه وتعليما، لأنه لا يصح الإيمان ولا يتم إلا به. وأكد ذلك بالجملة الاعتراضية التي هي قوله: (وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ)؛ وقيل: معناها إنّ دين محمد هو الحق، إذ لا يرد عليه النسخ، وهو ناسخ لغيره۔[34]

(جن امور پر ایمان لانا واجب ہے،ان میں رسول اللہ ﷺ پر نازل کی جانے والی کتاب پر ایمان لانے کا خصوصی ذکر کیا گیا آپ کی شان کی عظمت بیان کرنے اور سکھانے کے لیے، کیونکہ ایمان اس کے بغیر نہ صحیح ہوتا ہے، نہ پورا ہوتا ہے۔ پھر اس کی تاکید جملۂ معترضہ کے ذریعے کی، جو ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور وہی حق ہے ان کے رب کی جانب سے''؛ کہا گیا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ محمد ﷺ کا دین ہی حق ہے کیونکہ وہ منسوخ نہیں ہو سکتا اور اس نے اپنے سوا سب کو منسوخ کر دیا ہے۔)

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (م606ھ/1209ء) نے بھی ملتی جلتی بات لکھی ہے:

قَوْلُهُ: (وَءَامَنُواْ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٖ) هُوَ فِي مُقَابَلَةِ قَوْلِهِ فِي حَقِّ الكافر: (وَصَدُّوا)؛ لِأَنَّا بَيَّنَّا فِي وَجْهٍ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِمْ صَدُّوا عَنِ اتِّبَاعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا حَثٌّ عَلَى اتِّبَاعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُمْ صَدُّوا أَنْفُسَهُمْ عَنْ

---

31 سورۃ محمد، آیات 1-2۔

32 تین دیگر مقامات پر اسم گرامی محمد آیا ہے (سورۃ آل عمران 144، آیت؛ سورۃ الاحزاب، آیت 40؛ اور سورۃ الفتح آیت 29) اور ایک جگہ احمد (سورۃ الصف، آیت 6) ﷺ۔

33 أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل (بیروت: دار الکتب العربی، 2007م)، ج4، ص314۔

34 ایضاً، ص315۔

سَبِيلِ اللَّهِ، وَهُوَ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ، وَهَؤُلَاءِ حَثُّوا أَنْفُسَهُمْ عَلَى اتِّبَاعِ سَبِيلِهِ، لَا جَرَمَ حَصَلَ لِهَؤُلَاءِ ضِدُّ مَا حَصَلَ لِأُولَئِكَ، فَأَضَلَّ اللَّهُ حَسَنَاتِ أُولَئِكَ وَسَتَرَ عَلَى سَيِّئَاتِ هَؤُلَاءِ۔[35]

(ارشادِ باری تعالیٰ: "اور ایمان لائے اس چیز پر جو محمد پر نازل کی گئی"، یہ اس ارشاد کے مقابل میں ہے جو کافر کے بارے میں ہے کہ: "(انھوں نے) دوسروں کو روکا"، کیونکہ ہم نے اس کا مفہوم واضح کرتے ہوئے بتایا تھا کہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے محمد ﷺ کی اتباع سے دوسروں کو روکا، جبکہ یہ محمد ﷺ کی اتباع کی ترغیب ہے۔ پس انھوں نے اپنوں کو روکا اللہ کے راستے سے، جس سے مراد ہے محمد ﷺ اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا، جبکہ ان لوگوں نے اپنوں کو اس کے راستے کی اتباع ترغیب دی۔ پس انھوں نے اس کے برعکس حاصل کیا جو ان لوگوں نے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ نے ان لوگوں کی نیکیاں برباد کر دیں اور ان لوگوں کی برائیوں پر پردہ ڈال دیا۔)

مولانا اصلاحی نے ساری بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

صرف یہ نہیں فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے ان کے ساتھ اللہ کا یہ معاملہ ہوگا بلکہ اس کے ساتھ یہ تصریح بھی ہے کہ اس چیز پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اتاری گئی ہے، پھر مزید تصریح یہ ہے کہ 'اب خدا کی طرف سے حق یہی ہے' اس تصریح کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اس دور میں ایک گروہ ان لوگوں کا بھی پیدا ہو گیا تھا جو کفر اور اسلام دونوں کے درمیان سمجھوتے کی باتیں کرنے لگا تھا۔ اس کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مسلمانوں کا اپنی انفرادیت پر اصرار ٹھیک نہیں ہے بلکہ کچھ گنجائش دوسروں کے لیے بھی تسلیم کرنی چاہیے۔ اہل کتاب کے اندر بھی ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو کہتا تھا کہ مومن تو ہم بھی ہیں، اس سے کیا فرق پیدا ہوا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لائے۔ اس قسم کے باطل رجحانات کی بیخ کنی قرآن نے پچھلی سورتوں میں بھی کی ہے۔ یہاں بھی مذکورہ بالا تصریح نے اسی رجحان پر ضرب لگائی ہے کہ اب ایمان و ہدایت کا واحد راستہ وہی ہے جس کی دعوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں، اس سے ہٹ کر کوئی راہ نہیں ہے۔[36]

پچھلی شریعتوں کا نسخ

قرآن مجید سے بھی واضح اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے پچھلی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ دو مقامات پر قرآن مجید میں نسخ آیات کا ذکر آیا ہے اور دونوں مقامات کے سیاق و سباق پر غور کیا جائے تو قطعی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہود کو اس بات پر بڑا سخت اعتراض تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر وہ ایسے احکام کیوں دیتے ہیں جو ہماری شریعت سے مختلف ہیں۔ انھیں جواب دیا گیا:

مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَآ ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ۔[37]

(جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اس کو نظر انداز کراتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند دوسری لاتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

دوسرا مقام جہاں قرآن مجید نسخ آیات کا ذکر کرتا ہے وہ سورۃ النحل میں ہے:

---

[35] مفاتیح الغیب (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1420ھ)، ج28، ص35۔

[36] تدبر قرآن، ج7، ص395-396۔

[37] سورۃ البقرۃ، آیت 106۔

وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓاْ إِنَّمَآ أَنتَ مُفْتَرٍۢ۔[38]

(اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بھیجتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ اتارتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تم تو اپنے جی سے گھڑ لینے والے ہو۔)

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ (م 761ھ/1359ء) نے تصریح کی ہے کہ نسخ کے متعلق اعتراض یہود ہی کی جانب سے آیا تھا جو ان آیات کے نزول کا سبب بنا:

أَنَّ الْيَهُودَ لَمَّا حَسَدُوا الْمُسْلِمِينَ فِي التَّوَجُّهِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَطَعَنُوا فِي الْإِسْلَامِ بِذَلِكَ، وَقَالُوا: إِنَّ مُحَمَّدًا يَأْمُرُ أَصْحَابَهُ بِشَيْءٍ ثُمَّ يَنْهَاهُمْ عَنْهُ، فَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ، وَلِهَذَا يُنَاقِضُ بَعْضُهُ بَعْضًا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ؛ وأنزل: مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ۔[39]

(مسلمانوں کے کعبہ کی طرف رخ کرنے کی بنا پر یہود نے ان سے حسد کیا اور اس وجہ سے اسلام پر تنقید کی اور کہا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو ایک کام کا حکم دیتے ہیں اور پھر اس سے روک دیتے ہیں، اس لیے یہ قرآن انھی کی جانب سے ہے اور اس وجہ سے اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کے ساتھ متناقض ہے۔ اس پر اللہ تعالی نے نازل کیا: "اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بھیجتے ہیں"؛ اور "جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں")

سیاق وسباق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض بنیادی طور پر یہود ہی کا تھا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہود کے دام میں پھنسو گے تو برباد ہوگے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے انھوں نے کفر کی روش اختیار کی ہے ایسے ہی تم بھی کفر کرو:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَـٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْحَقُّ ۔[40]

(بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمھارے ایمان کے بعد پھر تمھیں کفر کی حالت میں پلٹا دیں، محض اپنے حسد کی وجہ سے، حق کے اچھی طرح واضح ہو جانے کے باوجود)

اسی طرح سورۃ النحل میں آگے ذکر ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں جو کچھ تم پر حرام کیا گیا ہے اصلاً یہی کچھ حرام تھا۔ یہود پر کچھ چیزیں اضافی طور پر حرام کی گئیں تو وہ ان کے اپنے ظلم کی وجہ سے حرام کی گئیں:

وَعَلَى ٱلَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَـٰهُمْ وَلَـٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔[41]

(اور جو یہودی ہوئے ان پر بھی ہم نے وہی چیزیں حرام کیں جو ہم نے پہلے تم کو بتائیں اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔)

پھر آگے یہ بھی واضح کیا گیا کہ سبت کا حکم صرف یہود کے لیے تھا، تم پر اس کی پابندی لازم نہیں ہے، نہ ہی یہ حکم ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں تھا۔ اب اصل ابراہیمی شریعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ آگئے ہیں۔[42]

---

[38] سورۃ النحل، آیت ۱۰۱۔

[39] الجامع لأحكام القرآن، ج2، ص300۔

[40] سورۃ البقرۃ، آیت 109۔

[41] سورۃ النحل، آیت 118۔

[42] ایضاً، آیات 120-124۔

ان آیات کی تفسیر میں مولانا اصلاحی نے بھی دونوں مقامات پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ اعتراض یہود کی جانب سے تھا۔ چنانچہ پہلے مقام پر فرماتے ہیں:

> یہود مسلمانوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتے تھے کہ جب قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیغمبر اور تورات کو خدا کی کتاب تسلیم کرتا ہے تو پھر تورات کے احکام کے ردوبدل کے کیا معنی؟ کیا خدا اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کو خود اپنے ہی ہاتھوں بدلتا ہے۔ کیا اب تجربہ کے بعد خدا پر اپنی غلطیاں واضح ہو رہی ہیں اور وہ ان کی اصلاح کر رہا ہے؟ اس قسم کے اعتراضات اٹھا کر یہود مسلمانوں کو قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ قرآن نے ان کا جواب یہ دیا ہے کہ تورات کا جو قانون منسوخ کیا جاتا ہے اس سے بہتر قانون اس کی جگہ دے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح تورات کے جو احکام یہود نے فراموش کر دیے تھے، ان کی تجدید کی جاتی ہے اور اگر تجدید نہیں کی جاتی بلکہ ان کو نظر انداز کرایا جاتا ہے تو ان سے ملتے جلتے احکام دیے جاتے ہیں یعنی اس تبدیلی سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک تو خوب سے خوب تر کی طرف بڑھا رہا ہے، دوسرے دین کی جو دولت ضائع کر دی گئی تھی اس کی جگہ دین کے خزانہ کو نئی دولت سے معمور کر رہا ہے ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جو قابل اعتراض قرار دی جاسکے۔[43]

اسی طرح دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

> یہ ایک مثال ہے ان اعتراضات کی جو یہود لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کے لیے قرآن کے خلاف اٹھاتے تھے۔ فرمایا کہ جب ہم ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدلتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو نرے مفتری ہو۔ اپنے جی سے ایک بات گھڑتے ہو اور لوگوں پر دھونس جمانے کے لیے اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہو، ورنہ اس کے کیا معنی کہ خدا ایک مرتبہ ایک قانون بنائے اور پھر اس قانون کو خود ہی دوسرے قانون سے بدل دے۔ یہ اشارہ ہے تحریم و تحلیل اور یوم السبت کے باب میں ان احکام کی طرف جن کا حوالہ آگے اسی سورہ کی آیات ۱۱۴-۱۱۶ اور ۱۲۴ میں آیا ہے۔ قرآن نے جب اس امت کے لیے یوم السبت کی حرمت ختم کر دی اور کھانے پینے کے باب میں وہ احکام دیے جو ملت یہود یا ملت مشرکین کے بجائے ملت ابراہیم پر مبنی تھے تو یہود نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ دیکھو، یہ شخص ایک طرف تو ہماری شریعت کو خدائی شریعت مانتا ہے دوسری طرف اس کے احکام کو ان سے مختلف احکام سے بدلتا ہے۔ اگر یہ شخص خدا کا رسول ہوتا تو وہ خدا کے دیے ہوئے احکام کو کس طرح بدل سکتا۔ اس وجہ سے ہمارے نزدیک یہ خدا کا رسول نہیں بلکہ (نعوذ باللہ) ایک مفتری ہے۔ یہ بات کہی تو یہود نے لیکن یہ بے سمجھے بوجھے قریش کے ان لیڈروں نے بھی دہرانی شروع کر دی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کہی ہوئی ہر بات کو اپنی تائید سمجھتے تھے۔[44]

یہود کی شریعت کے نسخ کے متعلق ہم نے یہاں تک صرف آیات نقل کی ہیں ورنہ اگر احادیث کے ذخیرے کا جائزہ لیا جائے تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے صراحت کی ہے کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو ان کے لیے ایک ہی راستہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے۔[45]

---

[43] **تدبر قرآن**، ج 1، ص 296-297۔

[44] ایضاً، ج 4، ص 449-450۔

[45] لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي۔ (**مسند أحمد**، مسند المکثرین، مسند جابر بن عبداللہ، حدیث رقم 14631)

قرآن مجید اور اہل کتاب کا کفر

اوپر نقل شدہ کئی آیات میں اہل کتاب کے کفر کا ذکر آیا ہے۔ چند ایک مزید ملاحظہ کریں:

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ وَٱلۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُو بِغَضَبٖ مِّنَ ٱللَّهِۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ كَانُواْ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ۔[46]

(اور ان پر ذلت اور پست ہمتی تھوپ دی گئی اور وہ خدا کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ اس سبب سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھ جانے والے تھے۔)

وَلَوۡ ءَامَنَ أَهۡلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَكَانَ خَيۡرٗا لَّهُمۚ۔[47]

(اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے یہ بہتر ہوتا۔)

یہ صحیح ہے کہ اہل کتاب کو مشرکین عرب سے الگ حیثیت دی گئی۔ مشرکین عرب کے برعکس اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کر دیا گیا اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی حلال کیا گیا۔[48] اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب بنیادی طور پر توحید کے علمبردار تھے، اگرچہ ان کا عقیدۂ توحید شرک آلود ہو گیا تھا، جبکہ مشرکین عرب نے شرک کو بطور دین اپنا لیا تھا اور ان پر اتمام حجت کے لیے قرآن انھی کی زبان میں نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ انھی کے درمیان میں مبعوث کیے گئے۔[49]

سورۃ التوبۃ میں جہاں مشرکین کے لیے اسلام یا تلوار اور اہل کتاب کے لیے اسلام، تلوار یا جزیہ کے اختیارات دیے گئے ہیں، مولانا اصلاحی اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> مشرکین عرب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت براہ راست تھی، آپؐ انہی کے اندر سے اٹھائے گئے، انہی کی زبان میں آپؐ پر اللہ کا کلام اترا اور انہی کو آپؐ نے اپنی دعوت کا مخاطب اول بنایا اور ہر پہلو سے انہی کے معروف و منکر اور انہی کے مطالبات کے مطابق آپ نے ان پر اتمام حجت کیا۔ اس اہتمام کے بعد ان کے لیے کسی مزید مہلت کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ چنانچہ مشرکین بنی اسمٰعیل ذمی نہیں بنائے جا سکتے تھے لیکن دوسرے غیر مسلموں کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہ سکتے ہیں۔۔۔ اصلاً تو یہاں جو حکم بیان ہوا ہے وہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے متعلق ہے لیکن صحابہؓ کے زمانہ ہی میں یہ مسئلہ بھی طے پا چکا تھا کہ یہی حکم دوسرے غیر

---

46 سورۃ البقرۃ، آیت 61۔

47 سورۃ آل عمران، آیت 110۔

48 ٱلۡيَوۡمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ حِلّٞ لَّكُمۡ وَطَعَامُكُمۡ حِلّٞ لَّهُمۡۖ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٖۗ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلۡإِيمَٰنِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ(سورہ المائدۃ، آیت 5)۔ (آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور شریف عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور شریف عورتیں ان اہل کتاب میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تمھارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ ان کو قید نکاح میں لا کر ان کے مہران کو دو، نہ کہ بدکاری کرتے ہوئے اور آشنائی گانٹھتے ہوئے۔ اور جو ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کا عمل ڈھے جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں میں ہو گا۔)

49 دوسری طرف مجوس جو ایک لحاظ سے مشرکین سے مشابہ تھے کہ انھوں نے شرک کو باقاعدہ دین کے طور پر قبول کیا تھا، لیکن دوسرے لحاظ سے وہ اہلِ کتاب سے مشابہ تھے کہ قرآن ان کی زبان میں نازل نہیں ہوا، اس لیے مشرکین عرب کے برعکس ان مشرکین عجم سے جزیہ تو قبول کیا گیا لیکن ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح ممنوع رہا اور ان کے ذبیحہ بھی حرام رہا۔

مسلموں کا بھی ہے۔ چنانچہ مجوس کے ساتھ، ان کو مشابہ اہل کتاب قرار دے کر، یہی معاملہ کیا گیا جس کی ہدایت یہاں اہل کتاب کے باب میں ہوئی ہے۔

مجوسِ ہجر کے ساتھ خود رسول اللہ ﷺ نے یہی طرزِ عمل اختیار کیا:

فَمَنْ أَسْلَمَ، قَبِلَ مِنْهُ؛ وَمَنْ لَمْ يُسْلِمْ، ضَرَبَ عَلَيْهِ الْجِزْيَةَ، غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ، وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ۔[50]

(ان میں جو مسلمان ہوا، آپ نے اس کا اسلام قبول کیا؛ اور جو مسلمان نہیں ہوا، اس پر جزیہ عائد کیا، مگر ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی، نہ ہی ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت دی۔)

بعد میں خلفاے راشدین نے بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا اور یہ اسلامی قانون کا بنیادی اصول ٹھہرا۔ چنانچہ امام محمد بن الحسن الشیبانی (م 189ھ/805ء) اسے "سنت" قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

السُّنَّةُ أَنْ تُؤْخَذَ الْجِزْيَةُ مِنَ الْمَجُوسِ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُنْكَحَ نِسَاؤُهُمْ، وَلا تُؤْكَلَ ذَبَائِحُهُمْ، وَكَذَلِكَ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[51]

(سنت یہ ہے کہ مجوس سے جزیہ تو لیا جائے لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے، نہ ہی ان کا ذبیحہ کھایا جائے۔ یہی بات ہمیں نبی ﷺ سے پہنچی ہے۔)

جہاں تک اہل کتاب کے بنیادی عقیدۂ توحید کا تعلق ہے قرآن نے اس کی تصریح کی ہے:

قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ أَلَّا نَعۡبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهِۦ شَيۡـٔٗا وَلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِۚ۔[52]

(کہہ دو، اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں مشترک ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے۔)

لیکن اسی آیت میں آگے کہا گیا:

فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَقُولُواْ ٱشۡهَدُواْ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ۔[53]

(اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔)

پھر مزید کہا گیا:

يٰأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَأَنتُمۡ تَشۡهَدُونَ۔[54]

(اے اہل کتاب اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم گواہ ہو۔)

---

[50] مصنَّف ابن أبي شيبة، کتاب النکاح، حدیث رقم 16325۔

[51] موطأ مالك بروایة محمد بن الحسن الشیباني، کتاب الزکوٰۃ، باب الجزیۃ، حدیث رقم 334) اس اصول پر مسلمانوں نے ہندوستان کے ہندوؤں سمیت دنیا کے دیگر حصوں کے غیر مسلموں کے لیے عمل کیا۔

[52] سورۃ آل عمران، آیت 64۔

[53] ایضاً۔

[54] ایضاً، آیت 70۔

آگے اسی سورۃ میں کہا گیا:

لَّقَدۡ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ فَقِيرٞ وَنَحۡنُ أَغۡنِيَآءُۘ سَنَكۡتُبُ مَا قَالُواْ وَقَتۡلَهُمُ ٱلۡأَنۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقّٖ وَنَقُولُ ذُوقُواْ عَذَابَ ٱلۡحَرِيقِ۔[55]

(اللہ نے ان لوگوں کی بات سن رکھی ہے جنھوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں۔ ہم ان کی اس بات کو بھی لکھ رکھیں گے اور ساتھ ہی ان کے ناحق قتل انبیا کو بھی، اور کہیں گے کہ اب چکھو عذاب آگ کا۔)

یہود کے کفر کے لیے کیا سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت کافی نہیں ہے؟

وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ يَدُ ٱللَّهِ مَغۡلُولَةٌۚ غُلَّتۡ أَيۡدِيهِمۡ وَلُعِنُواْ بِمَا قَالُواْۘ۔[56]

(اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ہاتھ ان کے بندھ جائیں اور ان کی اس بات کے سبب سے ان پر لعنت ہو)

اسی طرح سورۃ التوبۃ میں کہا گیا :

وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ ذَٰلِكَ قَوۡلُهُم بِأَفۡوَٰهِهِمۡۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۖ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ۔[57]

(اور یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں یہ سب ان کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ ان لوگوں کی بات کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے مبتلائے کفر ہوئے۔ اللہ ان کو غارت کرے کہاں ان کی عقل الٹی ہوئی جا رہی ہے۔)

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن مجید میں کہیں اہل کتاب کو "ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ" کے صیغۂ معروف (active voice) میں خطاب کیا گیا ہے،[58] اور کہیں "ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ" کے صیغۂ مجہول (passive voice) کے ساتھ۔[59] مولانا اصلاحی قرار دیتے ہیں کہ جہاں صالحین اہل کتاب کا ذکر ہے تو ان کو عموماً صیغۂ معروف کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان لے آئے اور جہاں وہ اہل کتاب مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا کفر کیا تو وہاں ان کو عموماً صیغۂ مجہول سے مخاطب کیا گیا اور ان مقامات پر لہجہ انتہائی سخت ہے۔[60] مثال کے طور پر سورۃ النساء کی اس آیت پر غور کریں جس میں ان کو تنبیہ دی جا رہی ہے کہ اگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت مسترد کر دی تو ان کو سخت سزا دی جائے گی:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ ءَامِنُواْ بِمَا نَزَّلۡنَا مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبۡلِ أَن نَّطۡمِسَ وُجُوهٗا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰٓ أَدۡبَارِهَآ أَوۡ نَلۡعَنَهُمۡ كَمَا لَعَنَّآ أَصۡحَٰبَ ٱلسَّبۡتِۚ وَكَانَ أَمۡرُ ٱللَّهِ مَفۡعُولًا۔[61]

---

55 ایضاً، آیت 181۔

56 سورۃ المائدۃ، آیت 64۔

57 سورۃ التوبۃ، آیت 30۔

58 مثلاً دیکھیے: سورۃ البقرۃ، آیت 146۔

59 مثلاً دیکھیے: سورۃ البقرۃ، آیت 145۔

60 اصلاحی، **تدبر قرآن**، ج 1، ص 306-308۔

61 سورۃ النساء، آیت 47۔

(اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی اس چیز پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتاری ہے، مِصداق اُن پیشین گوئیوں کی جو خود تمھارے پاس موجود ہیں، قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں اور ان کو ان کے پیچھے کی جانب الٹ دیں یا ان پر بھی اسی طرح لعنت کر دیں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت کر دی اور خدا کی بات شدنی ہے۔)

پھر کئی مقامات پر قرآن کریم میں یہود پر خدا کے غضب اور لعنت کا ذکر ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ میں ان کو ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ کہا گیا ہے۔[62] سورۃ البقرۃ کے حوالے سے ان پر خدا کی جانب سے نازل ہونے والی ذلت، خواری اور غضب کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ سورۃ المآئدۃ کی اس آیت پر بھی غور کریں جس میں صراحتاً یہود پر اللہ تعالی کے غضب کا ذکر ہے:

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ ٱللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ ٱلْقِرَدَةَ وَٱلْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ ٱلطَّٰغُوتَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ۔[63]

(کہو کیا میں تمھیں باعتبار انجام اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ برے لوگوں کا پتہ دوں؟ یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ہوا اور جن کے اندر سے اس نے بندر اور سور بنائے اور جنھوں نے طاغوت کی پرستش کی۔ یہ ٹھکانے کے لحاظ سے بدتر اور اصل شاہراہ سے بعید تر ہیں۔)

چنانچہ مفسرین نے بالعموم یہی رائے اختیار کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک جانب قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ یہود پر غضب کا ذکر کیا ہے، تو دوسری جانب متعدد روایات میں رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام اور تابعین سے بھی یہی بات روایت ہوئی ہے۔[64]

پھر اہل کتاب کے کفر کے لیے اس سے بڑا اعلان کیا ہو سکتا ہے جو سورۃ التوبۃ میں کیا گیا ہے:

قَٰتِلُوا۟ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ ٱلْحَقِّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ حَتَّىٰ يُعْطُوا۟ ٱلْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَٰغِرُونَ۔[65]

(ان اہل کتاب سے جو نہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے، نہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو حرام ٹھہراتے اور نہ دین حق کی پیروی کرتے، جنگ کرو تا آنکہ وہ مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر راضی ہوں۔)

باقی رہی یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کے درمیان تنازعات کے لیے بارہا ان کے قانون کے مطابق فیصلے کیے تو اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ اسلامی قانون کے مسلمات میں یہ ہے کہ دار الاسلام کے اندر رہنے والے ذمیوں کے شخصی معاملات میں ان پر انھی کا قانون لاگو ہوگا۔ البتہ پبلک ڈومین میں ان پر اسلامی قانون حدود، قصاص، دیت، ضمان وغیرہ کا اطلاق ہوگا۔[66]

نتیجۂ بحث

اس مقالے میں پیش کی گئی تحقیق سے معلوم ہوا کہ:

---

[62] سورۃ الفاتحہ، آیت 7۔

[63] سورۃ المآئدۃ، آیت 60۔

[64] امام طبری نے خصوصاً سورۃ المآئدۃ، آیت 60 کا حوالہ دیا ہے اور پھر متعدد روایات نقل کر کے یہ نتیجہ بیان فرمایا ہے۔ (جامع البیان، ج 1، ص 185-188)

[65] سورۃ التوبۃ، آیت 29۔

[66] تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد مشتاق احمد، **جہاد، مزاحمت اور بغاوت اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں** (لاہور: کتاب محل، 2016ء)، ص 580-604۔

1۔ قرآن مجید میں جہاں یہود کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لائیں، تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا، بلکہ ان مقامات پر کہ یہود کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اخروی نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے، نہ کہ حسب و نسب پر، جیسا کہ ان کا خیال تھا؛

2۔ قرآن مجید جب پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نزول اور رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پچھلی کتابوں میں مذکور پیش گوئیاں سچی ثابت ہو گئی ہیں، اگرچہ اس کے ساتھ متوازی حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید نے پچھلی کتابوں میں تحریف کا نہ صرف دعوی کیا ہے، بلکہ اس کے ثبوت بھی پیش کیے ہیں؛

3۔ قرآن مجید نے مختلف پیرایوں میں یہود کو بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ان کے لیے واجب ہے اور یہ کہ قرآن مجید نے بعض ان یہویوں کا دعوی بھی مسترد کیا ہے جو کہتے تھے کہ ان کے لیے صرف بنی اسرائیل کے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف عربوں کے لیے رسول ہیں؛

4۔ قرآن مجید نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ آخری رسول اور آخری کتاب کے آنے کے ساتھ آخری شریعت بھی آگئی ہے جس نے پچھلی شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے اور اب یہی شریعت تاقیامت انسانوں کے لیے ہے؛ اور

5۔ قرآن مجید نے یہ بھی قطعی طور پر واضح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لا کر اور ان کی دعوت کو مسترد کر کے یہود نے کفر کا ارتکاب کیا ہے اور وہ اس بنا پر اللہ کی لعنت اور غضب کے مستحق ہو گئے ہیں۔

چنانچہ تاقیامت تمام انسانوں کے لیے نجات کا راستہ یہی ہے کہ وہ آخری رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی شریعت کی اتباع کریں۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔